رسائل و مسائل

"—— لیکن اندیشہ ہے!"

سوال :- "حال ہی میں ...... " (لاہور کا اخبار) کے ذریعے علماء کے بعض حلقوں نے آپ کی تیرہ برس پہلے کی تحریروں کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے ان پر فتوے جڑ جڑ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن میں ان تحریروں سے گمراہ نہیں ہو سکا۔ لیکن آج ہی ایک شخص نے مجھے وہ مقالہ دکھایا جس میں آپ کی اور جمعیت العلماءِ پاکستان کے ایک اعلیٰ رکن کی گفتگو درج ہے۔ جس میں آپ کو کہا گیا ہے کہ آپ مہدی ہونے کا دعویٰ تو نہیں کریں گے، لیکن اندیشہ ہے کہ آپ کے معتقدین آپ کو مہدی سمجھنے لگ جائیں گے۔ چنانچہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ اعلان فرما دیں کہ میرے بعد مجھے مہدی کوئی نہ کہے۔ لیکن آپ نے اس پر خاموشی اختیار کر لی جس پر لوگوں کو اور بھی شک گذر رہا ہے۔"

جواب :- اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں کہوں کہ مجھے آپ کی سادہ لوحی پر سخت تعجب ہے۔ آپ کے خط کو

پڑھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ افترا پردازی کی مہم چلانے والے لوگ آپ ہی جیسے اصحاب کو نگاہ میں رکھ کر اپنا کاروبار چلایا کرتے ہیں، کیونکہ وہ امید رکھتے ہیں کہ دس بیس فریبوں میں سے کوئی ایک فریب تو ان پر چل ہی جائیگا۔ اب آپ خود دیکھیے کہ آپ نے جو معاملہ میرے سامنے پیش کیا ہے اس میں آپ نے کس طرح فریب کھا لیا۔

ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ تو خود تو مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں انشاء اللہ اپنے رب کے پاس ہر طرح کے دعووں سے پاک دامن لے کر حاضر ہو جاؤنگا، پھر دیکھوں گا کہ جو لوگ مجھ پر یہ الزامات لگا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دہی کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کا تو اندیشہ ہے کہ تیرے مرنے کے بعد کچھ لوگ تجھے مہدی قرار دے دیں، لہٰذا تو یہ بھی اعلان کر دے کہ میرے بعد کوئی مجھے مہدی نہ کہے۔

میں اس کو جواب دیتا ہوں کہ مجھ پر صرف اپنے فعل کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے اگر میرے بعد کوئی غلط بات کہنے لگیں تو ان کی مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہو سکتی ہے؟ اور میں آخر انہیں کیسے روک سکتا ہوں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کو لوگوں نے ان کے پیچھے خدا کا بیٹا کہہ دیا اور حضرت ممدوح کا یہ اعلان ان کو نہ روک سکا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

ایک دیانتدار آدمی کو مطمئن کرنے کے لیے میرا یہ جواب کافی تھا۔ کیونکہ اس میں میں نے ایسے لوگوں کو جو میرے بعد میری طرف کوئی غلط بات منسوب کریں، اُن لوگوں سے تشبیہ دی ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ان کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس سے زیادہ سخت بات میں اور کیا کہہ سکتا تھا۔ مگر معترض نے اس بات کو نقل کر کے آپ جیسے لوگوں کو یہ فریب دیا کہ دیکھو اس شخص کے دل میں چور ہے، جبھی تو اس بات کا اعلان کرنے سے گریز کرتا ہے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور داد کے قابل ہے آپ کی سادہ لوحی کہ آپ یہ فریب قبول کر کے آج میرے سامنے مطالبہ دُہرانے کے لیے تشریف لے آئے ہیں۔ جب تک آپ جیسے لوگ دنیا میں موجود ہیں فریب کار لوگوں کا کاروبار بند ہونے کی توقع نہیں ہے۔

آخر میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے نہ کسی دینی منصب کا دعویٰ کیا ہے، نہ اپنی

ذات کی طرف دعوت دی ہے، اس لیے سرے سے میرے کوئی "معتقدین" ہیں ہی نہیں۔ میں اور میرے ساتھی سب اللہ اور اس کے رسولؐ کے معتقدین ہیں اور ہمارا تعلق صرف اللہ کے راستے پر ہم سفری کا ہے۔

یہ طریق اظہار محبت!

سوال:۔ ماہر القادری صاحب کے استفسار کے جواب میں اصلاحی صاحب کا مکتوب، جو فاران کے تازہ شمارے میں شائع ہوا ہے، شاید آپ کی نظر سے گزرا ہو۔ میرا خیال ہے کہ زیر بحث مسئلہ پر اگر آپ خود اظہار رائے فرمائیں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا اس لیے کہ یہ آپ ہی سے زیادہ براہ راست متعلق ہے۔ اور آپ کے افعال کی توجیہ کی ذمہ داری بھی دوسروں سے زیادہ خود آپ پر ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب آپ کی خدمت میں یہ سپاسنامے خود آپ کی رضامندی سے پیش ہو رہے ہیں تو آپ اس ملی، اجتماعی اور سیاسی ضرورت، کو جائز بھی خیال فرماتے ہوں گے لیکن آپ کن دلائل کی بنا پر اس حرکت کو درست سمجھتے ہیں؛ میں دراصل یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں اور غالباً ایک ایسے شخص سے جو ہمیشہ معقولیت پسند (REASONABLE) ہونے کا دعویدار رہا ہو، یہ بات دریافت کرنا غلط نہیں ہے ـــ جواب میں ایک بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھیے گا اور وہ یہ کہ اگر آپ سپاس نامہ کے اس پورے عمل کو جائز ثابت فرما بھی دیں تو کیا خود آپ کے اصول کے مطابق، احتیاط، دانش کی روش اور شریعت کی اسپرٹ کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچنے کے لیے اس سے پرہیز کیا جائے، اور کنوئیں کی منڈیر پر چہل قدمی کرنے کے بجائے ذرا پرے رہا جائے تاکہ پھسل کر کنوئیں میں گر جانے کا اندیشہ نہ رہے؟

استقبال کے موقع پر پھول برسانے کو میں برا نہیں سمجھتا تھا لیکن اصلاحی صاحب اس کے جواز میں جو ثبوت لاتے ہیں اس نے مجھے یہ ضد کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ تحفہ، تحفہ ہے اور کسی بڑے آدمی کے استقبال کے موقع پر پھول برسانا اس کی عظمت کا اعتراف اور اس سے اپنی عقیدت کا

اظہار ہے اور اس بڑے آدمی کی موجودگی میں، یہ فعل غالباً پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ ہی کسی کی عالی ظرفی اس امر کی ضمانت دیتی ہے کہ اگر اسے عام قاعدوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تو وہ بگڑ نہیں جائیگا اور نہ ہی ہمارے پاس کسی کی عالی ظرفی اور اس کے باطن کا حال معلوم کرنے کا کوئی آلہ ہے۔

اگر جواب دیتے وقت جولائی کا فاران پیش نظر رہے تو زیادہ مناسب ہوگا، اس لیے کہ اس میں مخالف و موافق، دونوں نقطہ ہائے نظر کسی قدر تفصیل کے ساتھ آ گئے ہیں۔

اس کا جواب میں آپ ہی سے چاہتا ہوں، آپ کے کسی معاون سے نہیں۔ امید ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں اس کا جواب دے دیں گے اور اس استفسار کو لغو سمجھ کر ٹالیں گے نہیں!

جواب:- مولانا امین احسن صاحب تو اپنے کلام کے خود ہی شارح ہو سکتے ہیں، ان کی طرف سے جوابدہی کا فریضہ مجھ پر عائد نہیں ہوتا۔ البتہ میں خود نہ سپاسناموں کو پسند کرتا ہوں نہ پھولوں کے ہاروں اور ان کی بارش کو۔ یہ سب کچھ میری مرضی کے بغیر، بلکہ اس کے خلاف ہی ہوتا رہا ہے۔ اور مجھے مجبوراً اس لیے گوارا کرنا پڑا ہے کہ ایک طرف سے اخلاص و محبت کا اظہار اگر کسی نامناسب صورت میں ہو تو وہ سرا فریق بسا اوقات سخت مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ اگر میں کسی جگہ جا کر اتروں اور وہاں بہت سے لوگ ہار لے کر آگے بڑھیں تو کیا یہ کوئی اچھا اخلاق ہوگا کہ میں ان لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دوں اور ان سے کہوں کہ لے جاؤ اپنے ہار، میں انہیں قبول نہیں کرتا۔ یا میں کسی دعوت میں بلایا جاؤں اور عین وقت پر مجھے معلوم ہو کہ داعیوں نے ایک سپاسنامہ نہ صرف تیار کر رکھا ہے بلکہ طبع بھی کرا لیا ہے اور میں کہوں کہ رکھو اپنا سپاسنامہ۔ یہ چیزیں اگر قطعی حرام ہوتیں تو میں ان کو رد کر دینے اور ان کے مرتکبین کو ملامت کرنے میں حق بجانب بھی ہوتا۔ مگر محض کراہت اور خوفِ فتنہ کم از کم میرے نزدیک اس بات کے لیے کافی نہیں ہے کہ میں اس پر سختی برتوں اور ان لوگوں کی دل شکنی کروں جو بہرحال مجھ سے کسی دنیوی غرض کی بنا پر یہ محبت نہیں رکھتے۔ میں زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہوں اور یہی کر بھی رہا ہوں کہ لوگوں سے یہ طریقِ اظہارِ اخلاص چھوڑ دینے کی گزارش کروں۔ اس سے زیادہ اگر مجھے کچھ کرنا چاہیے تو وہ آپ مجھے بتا دیں۔

ایک مصالحانہ تجویز

سوال:۔ پاکستان دستور سازی کے نازک مرحلہ سے گذر رہا ہے۔ پاکستان کا ایک خاص طبقہ دستورِ اسلامی سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ ایسے حالات میں جماعت اسلامی اور علمائے کرام کی باہمی چپقلش افسوسناک ہے۔ جماعتِ اسلامی جس کے بنیادی مقاصد میں دستورِ اسلامی کا عنوان اُبھرا ہوا رکھا گیا ہے، بھی اس اختلاف کے میدان میں ایک فریق کی حیثیت اختیار کر کے خم ٹھونک کر ڈٹ گئی ہے۔ کیا اس معاملہ کو اس طرح نہیں سلجھایا جا سکتا کہ چند نامور علماء کو (اس مقام پر مکتوب نگار نے پانچ بزرگوں کے نام دیئے ہیں، ہم نے مصلحتہً ناموں کی اس فہرست کو حذف کر کے "چند نامور علماؤ" کے الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ ن ص) ثالث تسلیم کرتے ہوئے جماعتِ اسلامی فریق ثانی کو دعوت دے کہ وہ جماعتِ اسلامی کی تمام قابلِ اعتراض عبارتوں کو ان حضرات کی خدمت میں پیش کر دے۔ ان علمائے کرام کی غیر جانبداری، علم و تقویٰ اور پرہیزگاری شک و شبہ سے بالا ہے۔ (کمال یہ ہے کہ ان پانچ غیر جانبدار حضرات میں سے ایک گذشتہ انتخاباتِ پنجاب میں جماعت اسلامی کی مخالفت میں سرگرم رہ چکے ہیں اور دو بزرگ ان دنوں تہاذ میں مصروف ہیں۔ ن ص) اگر کوئی عبارت قابلِ اعتراض نہ ہو تو مولانا مودودی کی عزت میں یقیناً اضافہ ہوگا۔ اور اگر علمائے کرام ان عبارتوں کو قابلِ اعتراض قرار دیں تو مولانا مودودی صاحب ان سے دست برداری کا اعلان فرما دیں۔ یہ تمام مراحل اس صورت میں طے ہو سکتے ہیں کہ اخلاص اور آخرت مطلوب ہو۔

(نوٹ:۔ اس تجویز کی نقول اخبار تسنیم، نوائے وقت اور نوائے پاکستان کو ارسال کر دی گئی ہیں)

جواب:۔ آپ کا رجسٹری شدہ نامہ گرامی ملا جس میں آپ نے مجھے مخاطب کر کے ایک مصالحانہ تجویز پیش فرمائی ہے۔ پہلی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ نے اس مصالحانہ تجویز کا مخاطب مجھے کیسے فرمایا۔ کیا آپ کو یہ نظر نہیں آتا کہ ابھی میں جیل ہی میں تھا کہ میرے خلاف بہتان و افترا کی ایک مہم شروع کر دی گئی اور اس کے بعد میرے باہر آتے ہی الزامات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا گیا؟ پھر کیا آپ کو یہ خبر نہیں کہ جن حضرات نے مجھ پر یہ حملے کیے ان پر نہ پہلے میں نے کبھی کوئی حملہ کیا تھا اور نہ بعد ہی میں ان کی کسی زیادتی کا کوئی جواب

دیا؛ اب آخر یہ کس جذبۂ انصاف نے آپ کو آمادہ کیا کہ مصالحت کی تجویز اس شخص کے سامنے لے کر جائیں جس نے کسی سے کوئی لڑائی نہ کی تھی؟

دوسری بات یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ نے کس بنا پر یہ فرمایا ہے کہ "جماعت اسلامی بھی اس اختلاف کے میدان میں ایک فریق کی حیثیت اختیار کر کے خم ٹھونک کر ڈٹ گئی ہے"۔ کیا یہ بات واقعی صداقت کے ساتھ کوئی شخص کہہ سکتا ہے؟ ایک طرف ان حملوں کو دیکھیے جو مجھ پر اور جماعت اسلامی پر کیے گئے۔ دوسری طرف یہ دیکھیے کہ میں خود اس معاملے میں برابر خاموش رہا ہوں۔ جماعت کا اخبار تسنیم بھی قریب قریب بالکل ہی خاموش رہا ہے۔ جماعت کے ارکان میں سے بعض لوگ جن کے اپنے اخبار اور رسالے ہیں صبر نہ کر سکے اور انہوں نے کچھ چیزیں لکھیں۔ مگر اول تو ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان تحریروں سے کوئی نسبت ہی نہیں جو میرے اور جماعت کے خلاف لکھی گئی تھیں پھر ان میں سے بھی بعض میرے منع کرنے پر رک گئے اور بعض کو میں برابر روکنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسے اگر آپ خم ٹھونک کر ڈٹ جانے سے تعبیر فرماتے ہیں تو میں اس کے سوا اور کیا کہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انصاف کی توفیق دے۔

اب میں مختصراً آپ کی اس تجویز کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جو آپ نے "مصالحانہ تجویز" کے نام سے پیش فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں بزرگوں کو ثالث تسلیم کر کے جماعت اسلامی کی تمام قابل اعتراض عبارتوں کو ان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ صرف جماعت اسلامی ہی کی قابل اعتراض تحریریں کیوں؟ ان سب لوگوں کی تحریریں بھی کیوں نہیں جو کسی کے نزدیک قابل اعتراض ہوں؟ اصل بات یہ ہے کہ جو حضرات ہم پر معترض ہیں وہ بھی زبانِ وحی سے کلام نہیں کرتے۔ ان کی تحریریں اور تقریریں بھی انسانی کلام ہی ہیں اور ان میں ہم کو بکثرت قابلِ اعتراض باتیں نظر آتی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ہم نے کبھی کسی کے ساتھ یہ بیہودگی نہیں کی کہ اس کی عبارتیں چُن چُن کر نکالیں اور اس کے خلاف مضمون بازی اور اشتہار بازی شروع کر دیں۔ بخلاف اس کے ہمارے ساتھ یہ بیہودگی برسوں سے کی جا رہی ہے اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اب کیا یہ ہم کو ہماری شرافت کا انعام دیا جا رہا ہے کہ سارے ملک میں سے صرف ہم ہی اس ثالثی کے حضور ملزم کی حیثیت سے پیش کیے جانے کے لیے منتخب فرمائے جاتے ہیں؟ اور کیا دوسرے لوگ

صرف اس لیے بخش دیئے جاتے ہیں کہ ان کے خلاف ہم نے اس بیہودگی کا طوفان نہیں اُٹھایا؟

ایک اور مغالطہ کا ازالہ اس موقع پر کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ امر واقعہ یہ نہیں ہے کہ علمائے کرام بحیثیتِ مجموعی جماعتِ اسلامی کے خلاف محاذ آرا ہو گئے ہیں۔ بلکہ بیشتر سنجیدہ اور خدا ترس علماء اپنے اختلافات پر قائم رہتے ہوئے اقامتِ دین کے مشترک مقصد میں جماعت اسلامی کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں اور جماعت کے خلاف اٹھائے جانے والے طوفان کو دل سے ناپسند کرتے ہیں اور اسے روکنے کے لیے اپنی سی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ مخالفانہ طوفان اٹھانے والوں میں کچھ لوگ ضرور ایسے بھی ہیں جو علم رکھنے کے باوجود اپنے مقام کی حُرمت کو محسوس نہیں کر رہے ہے، لیکن یہ تمام تر "علمائے کرام" ہی نہیں ہیں، ان میں نہایت معمولی درجے کے سیاست باز حضرات بھی بکثرت شامل ہیں۔

آخری بات میں یہ عرض کیے دیتا ہوں کہ اس طرح کی تجویزوں سے آپ مجھے معاف رکھیں۔ میرے نزدیک اس طرح کی بہتان تراشیوں کا علاج ثالثیاں نہیں ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ آدمی ایسے لوگوں کو قطعاً نظر انداز کر کے اپنا کام کیے چلا جائے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے تاکہ اگر یہ اپنی ساری عمر بھی اس بیہودہ مشغلے میں کھپا دینا چاہتے ہوں تو کھپاتے رہیں۔